ادب کا سماجیاتی تناظر: تضاد و تناقص

ڈاکٹر اویس احمد بٹ

ادب قلبِ انسانی کے لطیف اور نفیس احساسات و جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے جو وجدان کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر انسانی سوچ اور فکر و خیال کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے انسان کے حسی پیکروں کو بصری پیکروں کا روپ دیتا ہے جس سے لطف و لذت اور حظ و انبساط کشید کیا جاتا ہے۔ شاید اسی لیے ادب کو فن لطیف بھی کہا گیا ہے اور اگر اردو ادب کی بات کی جائے تو اسے ادب لطیف کہا گیا ہے کیوں کہ ادب کا بنیادی مقصد تفریح و تفنن، لطف اندوزی اور مسرت بہم پہنچانا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی تحریر میں ایسی کیا خصوصیات ہوتی ہیں جو اُسے ادب بنا دیتی ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ جب کوئی تحریر انسانی جذبات و احساسات اور افکار و خیالات کا اظہار ایک مخصوص ہیئت میں زبان کو نکھارتے اور سنوارتے ہوئے نہایت ہی شائستگی، سلیقگی اور شستگی کے ساتھ جمالیاتی عناصر کی کثافت اور حسن کی لطافت کے ساتھ ساتھ حس لطافت کی فراوانیت، ندرت بیان کی حساسیت، حسن و دلکشی اور حسن کاری و حسن ادا کی تاثیریت، حسن آفرینی اور حسن کی تخلیق و تلاش کے بیکراں کو محیط ہو جسے زبان کی جمالیاتی آب جو ایک ایسی صورت عطا کرے جسے پڑھنے والا لطف اندوز ہو جائے وہ

تحریر ادب کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہاں پر ایک اور سوال یہ اُٹھتا ہے کہ کیا ادب کا مقصد محض تفریح وتفنن اور لطف و انبساط کا حصول ہے؟ اس کا جواب اس لیے نفی میں دیا جا سکتا ہے کیوں کہ لطف و انبساط، مسرت، حظ اور لذت زبان کے جمالیاتی برتاؤ سے ہی ممکن ہے۔ اسی تناظر میں جیکب سن نے زبان کی دو قسمیں بتائی ہیں ایک ''شعری زبان'' یعنی Autotelic Nature of Language جس کا ایک ادبی مقصد ہوتا ہے اور دوسری ''عام زبان'' یعنی Heterotelic Nature of Language جس کی کوئی ادبی اہمیت نہیں ہوتی ہے۔ جمالیاتی عناصر ادب کی انفرادیت کا تعین تو کر سکتے ہیں لیکن محض جمالیاتی عناصر کی تشکیل وتعمیر اور ترتیب وتنظیم کا اطلاق ادب پر نہیں کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر موجودہ دور میں انسان کی لطف اندوزی اور اُسے مسرت بہم پہنچانے میں ادب کے علاوہ کئی اور بہترین ذرائع بھی موجود ہیں۔ ادب کی شناخت جہاں فنی و جمالیاتی قدروں سے ہوتی ہے وہیں اس کی عمرانیاتی یا سماجیاتی، نفسیاتی، تاریخی، تہذیبی وثقافتی قدریں بھی ناگزیر ہیں۔ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ زبان اپنے مخصوص معاشرے کی تہذیب و ثقافت، تمدن، رہن سہن اور رنگ ڈھنگ کی آئینہ دار ہوتی ہے اور تو اور معاشرے کے بغیر زبان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کیوں کہ زبان کی ترقی وترویج اور اس کے تحفظ میں اُس مخصوص معاشرے کا بنیادی کردار ہوتا ہے جس کی وہ امین ہوتی ہے۔ ٹھیک اُسی طرح ہم ادب کے سماجیاتی سیاق کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں کیوں کہ جہاں زبان اپنے مخصوص معاشرے کی تہذیب وثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے وہیں اُس معاشرے کا عکاس اور ترجمان ادب ہوتا ہے۔ ادب اور سماج ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ دونوں ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کیوں کہ ادب اپنی فنی و جمالیاتی اقدار کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی سماجی قدروں کو بھی ساتھ لے کر

تخلیق پا تا ہے۔اب یہاں ایک اور سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اگر ادب کی سماجی قدروں کونظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے تو پھرادب برائے فن کا کیا مطلب ہے؟ یہ بات یادرہے کہ ادب بہرصورت اپنے عہد کی سماجی، سیاسی، نفسیاتی، تہذیبی وثقافتی قدروں سے فرار حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ ہاں البتہ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ادب اپنی بنیادی حدود(بنیادی تقاضوں) کو پھلانگ نہیں سکتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ادب محض سماجیاتی اقدار کی ترجمانی نہیں کرسکتا ہے کیوں کہ اُس کے لیے الگ سے سماجیات کا شعبہ موجود ہے؛اسی طرح ادب اخلاقیات یا سیاسیات میں اس حد تک داخل نہیں ہوسکتا جہاں یہ اپنی بنیادی جمالیاتی قدریں کھودے گا۔یہی وجہ ہے کہ ادب کی تخلیقیت میں سماجی قدروں کے اظہار میں ایک تناسب وتوازن برقرار رکھا جاتا ہے تاکہ ادب، ادیب اور انسانی زندگی کی دائمی قدروں کی تثلیث قائم رہے۔ادب برائے فن میں جہاں ہم یہ دعوا کرتے ہیں کہ ادب کے خارجی عناصر پر اُس کے داخلی عناصر کوترجیح دی جائے گی یعنی موضوع یا مواد پر ہیئت اورادب کے فنی و تکنیکی عناصر کوفوقیت دی جائے گی لیکن اس صورت میں بھی ادب میں جوبھی تخلیق ہو پائے گا اُس کی جڑیں انسانی اورسماجی قدروں میں پیوست ہوں گی کیوں کہ ادب خواہ وہ شاعری ہو یا پھر نثر ہوٴ ہوا میں تخلیق نہیں ہو پاتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ادب برائے فن میں ادب کی جمالیاتی قدریں صاف اورواضح ہوں گی جب کہ سماجی قدریں دھندلی نظرآئیں گی۔ضمنی طور پراگر ہم جدیدیت کی بات کریں تو وجودکو مادے پر فوقیت دی گئی ہے یعنی اجتماعیت کی بجائے انفرادیت، خارجیت کی بجائے داخلیت کو اہمیت دی گئی ہے لیکن شاید ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اگرفردکومرکزیت حاصل ہے اور ادب اسی فرد کے اردگرد گھومتا ہے تو ہمیں یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ وہ فردبھی معاشرے کے ساختیاتی نظام کا ایک عنصر ہے جس کے وجود اور ذات پر معاشرے کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک فردانفرادی طور پراپنے معاشرے سے

لاتعلق ہوکر زندگی نہیں گزار سکتا ہے بلکہ وہ کسی نہ کسی صورت میں لازم طور اپنے معاشرے سے جڑا رہتا ہے۔

سماجیات جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے سماج کے مطالعے کا علم ہے۔ اسے سماجی تعلقات (Social Relation) کی سائنس بھی کہا جاتا ہے جس کے تحت سماج میں موجود افراد کے آپسی تعلقات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مزید برآں سماجیات سماجی تغیر و تبدل، سماجی کیفیات، انسانی عادات و اطوار، آپسی تعلقات، سماجی عمل و ردعمل کے مطالعے کو محیط ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس میں اُن تمام مظاہر کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو انسان کی سماجی زندگی کی عکاسی یا ترجمانی کرتے ہیں؛ اُس میں رسوم و رواج، تہذیبی و تمدنی اقدار نیز انسان کی معاشی، مذہبی، اخلاقی اور ثقافتی مظاہر شامل ہیں لیکن اہم بات یہ ہے کہ ان مظاہر کو افراد کا آپسی میل جول اور سماجی تعلقات ہی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اسی بنیاد پر مورس گنس برگ نے کہا تھا کہ سماجیات سماج میں انسانی بین العمل (Inter Action) اور بین التعلقات (Inter Relation) کے جال یعنی Web یا ریشہ (Tissue) کے مطالعے سے متعلق ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ سماجیات سماجی تعلقات کا علم ہے جس میں سماج کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس مطالعے کے لیے سماجیات مختلف ذرائع سے مواد حاصل کرتی ہے اور اُن ذرائع میں ادب بھی ایک ذریعہ ہے۔ اس تناظر میں ادب کو اگر سماجی پیداوار (Social Product) تسلیم کر لیا جائے تو اس میں انسانی تعلقات کے ساتھ ساتھ اُس معاشرے کے متنوع مظاہر کی عکاسی بھی ہوتی ہے جس میں ہم سب رہتے ہیں، آپسی میل جول رکھتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں۔ سماجیات کی طرح ادب بھی اپنے تنقیدی نقطۂ نظر سے سماج کی ایک حقیقت پسندانہ تصویر پیش کرتا ہے۔ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادب سماج کا آئینہ ہونے کے ساتھ ساتھ سماج کا نگراں بھی ہے۔ جس طرح ادب سماجی اقدار اور سماجی مظاہر کو اپنے دامن میں سمو دیتا ہے اُسی طرح سماجیات بھی

اُن ادبی حقیقتوں پر ارتکاز کرکے سماجی تعلقات اور سماجی روابط پر اُن کے اثرات کو متلاشتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رینی ویلک (Rene Wellek) جیسے ادبی سماجیات کے نقاد ادب کو سماجی ادارہ (Institution) اور سماجیات کو اس ادارے کے مطالعے سے منسلک کرتے ہیں۔ سماجیات کی طرح ادب بھی انسان کی سماجی دُنیا، اس کی تطبیق (Adaptation) اور اُس کی سماج میں تغیر وتبدل کی خواہش سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس تناظر میں فرد اور سماج مواد کی حیثیت رکھتے ہیں جس سے ادب تخلیق ہو پاتا ہے۔اس طرح ادب انسانی زندگی کے اظہار (Expression) یا نمائندگی (Representation) کا نام ہے۔ اس ضمن میں ڈبلیو۔ ایچ ہڈسن (W.H.Hudson) نے ادب اور سماج کے تعلق پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ادب ایک ایسا حیات آفریں دستاویز ہے، جو تخلیق کار نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے، جس کا اُسے تجربہ رہا ہے، جو کچھ اُس نے سوچا اور محسوس کیا۔ ادب بنیادی طور پر زبان کے ذریعہ اظہار زندگی ہے۔''

اگر مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں دیکھا جائے تو ادب کی تخلیقیت میں انسانی زندگی اور سماج کو مرکزیت حاصل ہے یعنی ادب انسانی زندگی اور سماج سے ہی تخلیق بھی پاتا ہے، انسانی زندگی کا ہی ردعمل بھی ہوتا ہے اور اس کی نشو ونما میں بھی انسانی زندگی کا ہی ہاتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے کہ سماج اور فرد ادب کے خام مواد ہیں؛ جب خارجی حالات وواقعات اور کیفیات (جن کا تعلق انسانی زندگی اور سماج سے ہوتا ہے) تخلیق کار کے ذہن میں منتقل ہو جاتی ہیں تو منتقل شدہ عناصر ہی ادب میں حقیقت کا روپ دھارن کر لیتے ہیں اور اُن کے جمالیاتی برتاؤ سے ہی پڑھنے والا لطف اندوز ہو جاتا ہے۔ ادب کے سماجیاتی تناظر میں اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ادب انسانی زندگی اور سماج کا حقیقت پسندانہ اظہار ہے کیوں

کہ انسانی زندگی بہ ذات خود ایک سماجی حقیقت(Social Reality) ہے۔ادب اور سماج باہمی طور منحصر بھی ہیں اور باہم متعلق بھی لیکن اس کے باوجود بھی اگر دیکھا جائے تو ان کے باہمی انحصار اور باہمی تعلق پر کئی سوالیہ نشان بھی لگا دیئے گئے ہیں۔اگر ہم نئی تنقید کے نقادوں کی بات کریں تو وہ اس بات پر مصر ہیں کہ ادب کی داخلی ساخت سماجی ساخت سے زیادہ اہم ہے۔وہ ادب کے سوانحی اور سماجی تناظر سے یکسر منہ موڑتے ہیں لیکن اس کے باجود بھی متعدد نقادان ادب ایسے ہیں جو ادب اور سماج کے باہمی رشتے کی حمایت بھی کرتے ہیں۔حالاں اگر دیکھا جائے تو اس بحث میں مواد اور ہیئت کو بنیاد بنایا گیا ہے یعنی ادب میں محض ادبی تقاضے پورے ہو جانے چاہیے یا پھر ادب میں سماج اور انسانی زندگی کے مظاہر کی بھی ترجمانی ہونا چاہیے لیکن اس بات سے شاید ہی انکار ہوگا کہ ادب میں مواد اور ہیئت کی تبدیلیاں بھی سماج میں ہونے والی تبدیلیوں پر انحصار کرتی ہیں اور سماج میں تبدیلی ادب میں نت نئے نظریات کی بنیاد پر رونما ہوتی ہیں۔ادبی سماجیات ادب اور سماج کے اسی باہمی رشتے کے مطالعے کا نام ہے۔ادب،ادیب اور سماج کے باہمی رشتے پر روشنی ڈالتے ہوئے راجندر ناتھ شیدا یوں رقم طراز ہیں:

''ادب،سماج اور ادیب کی فکری صلاحیتوں میں بڑا گہرا تعلق ہے۔تخلیقی ہو یا تنقیدی۔ادب ہر صورت میں ایک بڑی حد تک سماج کی پیداوار ہوتا ہے اور سماج کو متاثر کرتا ہے۔دونوں طرح کے ادیبوں کی فکری کاوش ادب اور سماج کے درمیان رابطہ قائم کرتی ہے۔۔۔تخلیقی ادب سماجی حقائق سے تاثرات حاصل کر کے اور اُن تاثرات میں اپنے مخصوص ذہنی عمل سے اپنی شخصیت کا رنگ بھر کر انہیں زبان کے سانچوں میں ڈھالتا ہے۔اس کا نقطہ آغاز زندگی اور سماج ہے اور منتہا تخلیق ادب۔۔۔۔ادیب سماج کا ایک ذمہ دار رکن ہوتا ہے۔اس کے نتائج فکر کا سماج پر اثر انداز ہونا ناگزیر ہے۔''(ادب،فکر اور

سماج از راجندر ناتھ شیدا، ایشیا پبلشرز، دہلی ۱۹۷۲ء ص ۸)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ادب اور سماج کا رشتہ اٹوٹ ہے جس میں اگر ادب سماجی پیداوار یعنی Social Product ہے تو اس میں ضرور ایسے عناصر بھی موجود ہوں گے جو اسی سماجی نظام/ساخت کا حصہ ہوں گے۔ بہر صورت ادب کا سماج سے رشتہ یا ادبی سماجیات کوئی جدید مطالعاتی رویہ نہیں ہے بلکہ شروع سے ہی ادب اور سماج کا رشتہ گہرا اور لاینفک (Inseparable) رہا ہے۔ ہاں البتہ ہر دور میں ادب کے لیے سماجی تقاضے بدلتے رہے کیوں کہ ہر دور کا سماجی و تہذیبی منظر نامہ اپنے ساتھ نئے مسائل اور چیلنجز لے کر آتا ہے۔ اگر ہم اردو کی ادبی تاریخ پر نظر دوڑائیں گے تو ادب کی سماجی قدریں موجودہ دور سے بہت مختلف معلوم ہوتی ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ جس قدر سماج آگے بڑھتا ہے، اُس میں مختلف النوع تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور سماجی مسائل کی نوعیت بدل جاتی ہے تو ادب بھی اُن تبدیلیوں کے بڑھتے قدموں کے ساتھ اپنے قدم ملاتا ہے؛ اُس میں بھی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ ایک وقت ایسا تھا جب ادب اور سماج کا رشتہ غیر پیچیدہ تھا جس میں راست طور سماجی مسائل، سماجی اقدار اور تہذیبی و ثقافتی عناصر کا نہ صرف اظہار ملتا تھا بلکہ ہر نوع کے سماجی مسائل کو حل کرنے کی واضح کوششیں بھی ہوتی تھیں؛ سماج کے تئیں اصلاحی پہلوؤں کو اُجاگر کیا جاتا تھا کیوں کہ ادب سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ یہ اخلاقی عناصر سے مملو ہو کر سماج کی اصلاح کا بہترین ذریعہ بن جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب ادب میں سماجی مسائل یا سماجی رویوں کا کوئی دخل نہیں رہا ہے، ہاں البتہ ادب اور سماج کا رشتہ بہت حد تک پیچیدہ ہو چکا ہے۔ اب ادب ادب نہیں ''پیداوار'' (Product) تصور کیا جاتا ہے، ادیب ''پیداکار'' (Producer) اور قاری کو ''صارف'' (Consumer) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی اور سائنسی اختراعات اور نت نئے

نظریات نے ادب اور سماج کے رشتے میں اس پیچیدگی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔اب اگر سماجی ساخت(Social Structure) میں کسی بھی نوع کی تبدیلی رونما ہوتی ہے تو اُس کے لیے صنعت کاری(Industrialism)، سرمایہ داری(Capitalism)، اشتراکیت (Communism)اور ہمہ گیریت(Totalitarianism) کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ظاہر سی بات ہے اس صورت حال میں سماجی میکانیت(Social Mechanism) یا سماجی طرز(Social Pattern) کے لیے سماجی اداروں (Social Institutions) کا رول بھی اب اہم گردانا جاتا ہے تا کہ سماجی نظام(Social Pattern) برقرار رہے۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب سماجی نظام میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں تو ادب بھی اُن تبدیلیوں کو قبولتا ہے؛ اور قبول بھی کیوں نہ کرے جب سماج کی نمائندگی اور ترجمانی کا فریضہ ادب ہی انجام دیتا ہے۔اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے منیجر پانڈے اپنی کتاب''ساہتیہ کے سماج شاستر کی بھومیکا'' میں یوں لکھتے ہیں:

''ویسے تو ادب کی تخلیق اور اسکے شعور کا عمل کبھی بھی اپنے سماجی سیاق سے بے تعلق نہیں رہا ہے لیکن دور جدید میں ادب پر سماجی سیاق اور سیاسی ماحول کا جتنا اثر پڑا ہے اتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔آج کے زمانے میں ادب کی دنیا صرف حسن وعشق کے سہارے نہیں چلتی ہے۔ وہ سماج کے اقتصادی ڈھانچے، سیاسی ماحول، سماجی ادارے اور تہذیبی اداروں سے بہت دور تک متاثر ہوئی ہے۔''(بہ حوالہ ادب کی سماجیات:تصور اور تعبیر، منیجر پانڈے۔۔۔ص ۳۵)

اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادب سیاسی، سماجی، ماحولیاتی، مذہبی اور اقتصادی حالات و کیفیات کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے خانہ داری اقدار(Domestic Values) کی عکاسی کرتا ہے نیز ادب پر جغرافیائی ماحول

اور سائنسی ترقیاں بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ اگر ہم عصری ادب پر اپنی نگاہیں دوڑائیں گے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ جدید سائنسی اختراعات نے سماجی ساخت (Social Structure) کو یکسر بدل دیا ہے اور اُس بدلتی ہوئی سماجی ساخت نے ادب میں نئے رجحانات کو جنم دیا ہے کیوں کہ ادبی سماجیات میں ادب ان ہی سماجی ساختوں اور سماجی قوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ضمنی طور پر یہاں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہر معاشرہ دوسرے معاشرے سے عادات واطوار، طور طریقے، رہن سہن اور تہذیب وثقافت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے کیوں کہ ہر سماجی نظام یکساں نہیں ہوتا ہے۔ اس صورت میں ادب اگرچہ سماجی مظہر (Social Phenomen) ہے لیکن یہ ایک سماجی نظام سے دوسرے سماجی نظام سے مختلف ہوتا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہر معاشرہ اپنی مخصوص ساخت کے اعتبار سے عادات واطوار، اقدار، نظریات اور مسائل کی بنیاد پر امتیازی خصوصیت کا حامل ہوتا ہے اور یہی امتیازی خصوصیات ہر ادب کو مخصوص نظریات، Themes، Images اور علامات فراہم کرتی ہیں۔ اب یہاں پر ایک اور بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ادب کی تخلیقیت میں بہ ظاہر اگر تخلیق کار کا ہاتھ نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں یہ محض تخلیق کار کی انفرادی کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ادب کی تخلیقیت میں سماجی ادارے اور دیگر سماجی مظاہر بھی کارفرما ہوتے ہیں ۔اسی بنیاد پر رولاں بارتھ نے کہا تھا کہ تحریر (ادب) خود اپنے آپ کو لکھتی ہے، ادیب نہیں(Writing writes itself, not the writer)۔ ادیب کی حیثیت تو بس ''پیداکار'' یعنی Producer کی ہے جو تحریر کو ''صارف'' (یعنی قاری) Consumer تک پہنچا دیتا ہے۔ جب ہم ادب کو ایک سماجی مظہر (Social Phenomen) تصور کرتے ہیں تو دیگر سماجی ادارے اور سماجی مظاہر بھی ادب کی تخلیقیت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق کار کے ساتھ ساتھ ادب کی تخلیقیت میں سماج کا تہذیبی پس منظر (Cultural

(Context)، سماجی حوالہ (Social Referent)، مروجہ عقائد و نظریات اور ماحول کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ دوسری جانب بہ قول جان ہال (John Hall) ادبی مظہر کے لیے پبلشرز، تقسیم کاران، قارئین، ناقدین اور لائبریاں پاسبان/دربان یعنی Gatekeepers کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہی پاسبان ادب تخلیقِ ادب میں مثبت و منفی دونوں طرح کا کردار نبھا سکتے ہیں۔ ادب کی ترقی و ترویج اور اُسے قارئین تک احسن طریقے سے پہنچا دینے کے ساتھ ساتھ قارئین کے حلقے کو وسعت دینے کا دارومدار بھی ان ہی پاسبان ادب پر ہے۔ اس سے یہ فائدہ بھی ہے کہ اگر اُنھوں نے مثبت کردار نبھایا تو قارئین کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہو جائے گا اور ادب اور سماج کا رشتہ اپنے آپ مزید مستحکم ہو جائے گا۔

ادبی مطالعات کے مختلف تنقیدی رویوں میں ایک اہم تنقیدی رویہ ادبی سماجیات بھی ہے جس کے تحت کسی بھی فن پارے کا مطالعہ اس اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ ادب اور سماج کے بین العمل (Inter Action) اور بین التعلقات (Inter Relation) واضح ہو سکیں لیکن ادبی سماجیاتی مطالعے میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ادب کی ادبیت مجروح نہ ہو اور ادب کے بنیادی تقاضے نظر انداز نہ ہوتے ہوئے ادبی پیرائیوں (Literary Devices) کو بھی ملحوظ نظر رکھا جائے۔ ادبی سماجیات کی بنیادی شناخت ہی یہی ہے کہ اس کے تحت ادب میں ''سماجی شناخت'' کی تفہیم و تعبیر ہوتی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ادب کی سماجی شناخت اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک ادب کو سماجی مظاہر اور سماجی اداروں کی روشنی میں نہ دیکھا جائے۔

☆☆☆